

تحقیقی ذہن پر نیلغی اثرات: جنید جمشید اور دوسرے مشاہیر کا نفیسیاتی جائزہ

(تحریر: ڈاکٹر خالد سہیل، ترجمہ: شمینہ تسمیہ)

دسمبر 2016 میں جنید جمشید کا اپنی دوسری بیوی نیہا سمیت جہاز کے حادثے میں جاں بحق ہونا بہت سے لوگوں کے لئے شدید صدمے کا باعث بنا۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو جنید جمشید کو اس کی جوانی کے دنوں میں اس کے خوبصورت خداوند اور میوزک گروپ کی وجہ سے چاہتے تھے۔ وہ بھی تھے جن کا تعلق اس مذہبی جماعت سے تھا جس نے اسے ایک "تبیغی سکالر" بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ کچھ کا تعلق ایز فورس سے تھا جنہوں نے اس کی میت کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ قومی پرچم میں لپیٹ کر اس کی آخری رسومات ادا کیں۔ جنید جمشید کا سوگ منانے والوں میں اس کی پہلی بیوی عائشہ اور اس کے رشتہ دار بھی شامل تھے۔ اور اس بحوم میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے آج سے متوں پہلے ہی ایک آرٹسٹ جنید جمشید کا سوگ منا لیا تھا جب اس نے تبلیغی جماعت میں شمولیت اختیار کر کے اپنا حیہ بدلتا تھا۔

ایک دوپہر میرے سماجی کارکن دوست منیر سامی کا فون آیا اور انہوں نے پوچھا کہ ڈاکٹر خالد سہیل! کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ یہ معروف و مقبول لوگ مذہبی شدت پسند کیوں بن جاتے ہیں؟

میں نے کہا کہ فوری طور پر تو میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ ان کے تحت الشعور میں پلنے والے خوف اور احساسِ گناہ کی وجہ سے ان کا روحاںی عمل ہو سکتا ہے، لیکن آپ کا مختصر سوال ایک سمجھیدہ جواب کا مستحق ہے، لہذا مجھے کچھ وقت دیں تاکہ میں کچھ تحقیق کر کے آپ کو مدل جواب دے سکوں۔

یہ مضمون اس مسئلے پر میری سوچ بچار کا نتیجہ ہے۔

جنید جمشید پر نیلغی اثرات:

جنید جمشید نے اپنی شہرت و مقبولیت کی بلندیوں پر اس روحاںی تبدیلی کا تجربہ کیا۔ وہ پاکستان کے ایک کھاتے پیٹے گھرانے کا خوبصورت جوان تھا۔ ایک پاپ سگر کے طور پر وہ بہت چاہا جاتا تھا۔ اس کے گانے ہر وقت ریڈ یا اورٹی وی پر بجائے جاتے تھے اور سی ڈیز دھڑ ادھڑ فروخت ہوتی تھیں۔ اس کا بینڈ "واکٹل سائنس" بے حد پسند کیا جا رہا تھا، لیکن کچھ ایسی کمی تھی جس کی وجہ سے اسے اپنی زندگی بہت خالی لگتی تھی، اور وہ تھی اس کے دل کی بے سکونی۔

جب میں دنیا کے ان نامور آدمیوں کی زندگی کا تجزیہ کرتا ہوں جو دنیاوی دولت سے مالا مال ہیں؛ شاندار گھروں میں رہتے ہیں؛ بڑی بڑی گاڑیوں میں گھومتے پھرتے ہیں؛ بھاری بھر کم بینک بیلنس کے مالک ہیں؛ ذاتی جہاز اور کشتیاں تو ہیں مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ کوہا کثر ذہنی سکون جیسی نعمت سے محروم ہی رہتے ہیں۔

یہی حال جنید جمشید کا تھا۔ وہ دنیاوی نعمتوں سے مالا مال تھا، مگر راتوں کو سکون کی نیند نہ سو سکتا تھا۔ وہ اس اپنے جیسے معروف لوگوں کی طرح ماضی کے شاندار سپنوں اور مستقبل کے اندر یشوں میں گھرا حال کا ایک لمحہ سکون سے گزارنے سے محروم تھا، وہ اپنے لاشعور میں چھپے ان خدشوں سے خوف زدہ تھا جو اسے بتاتے رہتے تھے کہ یہ دنیافلی ہے۔

اپنے اس اندر ونی خوف سے نجات پانے کے لئے کچھ لوگ منشیات کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور کچھ مذہب کی چھتری تلے پناہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔

کچھ لوگ جو کہ مذہبی گھر انوں میں پیدا ہوتے ہیں اپنے مختلف مزاج کی وجہ سے اپنے خاندان کے دوسرا افراد سے الگ راستہ چلتے ہیں۔ اپنی محنت اور شوق کی وجہ سے دنیا میں ناموری حاصل کرتے ہیں، لیکن ان کے دوست احباب انہیں روایتی ترازو میں تو لئے اور ہر وقت بتاتے رہتے ہیں کہ وہ گناہ کر رہے ہیں۔ وہ یہ تقدیم بظاہر جتنی بھی نظر انداز کریں، یہ سماجی رویہ ایک تازیانہ بن کر ان پر مسلسل وار کرتا رہتا ہے۔ جو کہ ان کی بے سکونی کا باعث بنتا ہے۔ جوں جوں وہ شہرت کی بلندیوں پر پہنچتے ہیں تھت الشعور میں پلنے والا خوف انہیں بے آرام کرتا چلا جاتا ہے، جو شدید پریشان اور ناامیدی کا باعث بنتا ہے۔ اور وہ کسی ایسے نازک مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں کسی مذہبی شخصیت سے ملاقات ہونے پر وہ خود کو اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔

جب میں نے یو ٹیوب پر جنید جمشید کا 90 منٹ دورانیہ پر میں طویل انٹرو یوڈ یکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ جب اس کی اپنے ہائی اسکول کے دوست کے ذریعے تبلیغ رہنماء مولا ناطارق جمیل سے ملاقات ہوئی تو وہ ان دونوں شدید ذہنی دباو سے گزر رہا تھا۔ مولا ناصاحب نے اپنے تجربے کی بنا پر اس کی ذہنی حالت کا اندازہ لگایا اور اپنے مخصوص انداز سے اسے اپنے سحر میں گرفتار کر لیا۔ انہیں معلوم تھا کہ جنید جمشید ایک بڑا نام ہے، جس کے گانے وہ سن چکے تھے۔ جس کی ویڈیو ز میں اسے حسین اڑکیوں کے گھر میں گھر اد کیجھ چکے تھے۔ شہرت اور دولت کی دیویوں کی مہربان چھاؤں میں پھلتے پھولتے جنید جمشید نے انہیں بتایا کہ وہ اپنے آپ کو اندر سے خوفزدہ اور خالی محسوس کرتا ہے تو انہوں نے فوراً اسے بتایا کہ پوچھ لے یہ سب دولت و شہرت اس مادی جسم تک محدود ہے، لہذا اسے روحانی غذا کی سخت ضرورت ہے۔ جمشید کے یہ کہنے پر کہ موسیقی روح کی غذا ہے، مولا ناصاحب نے اس سے شدید اختلاف کیا اور کہا کہ موسیقی تو جسم میں جنسی تحریک پیدا کرتی ہے، اور یہ عمل خدا کو بالکل پسند نہیں۔ یہ سن کر جنید جمشید روز کر رہا گیا۔ یہ جنید جمشید کے تخلیقی ذہن کے بند ہونے اور ایک تبلیغی سکارا کے جنم کی گھری تھی۔ اگلے کچھ مہینوں میں جنید جمشید نے موسیقی سے متعلق ہر مصروفیت چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو دنیاوی لطف و مستی سے دور اور تبلیغی اسکالر کارول ادا کرنے کے لئے تیار کرنے لگا۔

شیعیب منصور کارڈل:

اگرچہ مولا ناطارق جمیل مذہبی دنیا میں جنید جمشید کو اپنی پناہ میں لے چکے تھے، اس سے پہلے جنید جمشید ایک مشہور و معروف فلم پروڈیوسر، رائٹر اور سکالر سے بہت متاثر تھا، جنہوں نے اس کی ایک سگر اور میوزیشن کی حیثیت سے تعلیم و ترقی میں اہم کردار ادا کیا تھا اور جنہوں نے اسے میوزک بینڈ، واکٹ سائزز سے متعارف کروایا تھا۔ شیعیب منصور اس کے میوزک چھوڑ دینے اور تبلیغی جماعت جوانن کر لینے پر شدید دل برداشتہ تھے۔ انہوں نے 2007 میں لکھا:

”ایک صبح میں اخبار پڑھ رہا تھا، تو میں نے اس میں جنید کا انٹرو یوڈ یکھا جس میں اس کی ”نئی تصویر“ بھی چھپی تھی۔ جوں جوں میں پڑھتا گیا، میرے اندر ایک شدید اداسی نے جنم لیا۔ اس نے یہ اعلان کیا تھا کہ یہ جانے کے بعد کہ موسیقی حرام ہے، وہ میوزک بینڈ چھوڑ رہا ہے۔ یہ پڑھ کر مجھے شدید صدمہ ہوا۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ جس خدا نے خود انسان کے اندر موسیقی اور مصوری جیسی خداداد صلاحیتیں پیدا کی ہیں وہ کبھی ان کو حرام قرار دے کر ان سے نفرت کر سکتا ہے۔ مجھے احساس ہوا کہ جنید جمشید جیسے کمزور ذہن انسان کا اپنے ہزاروں سننے والوں کو ہر اس ان کا کوئی حق نہیں۔ میں نے اپنی زندگی کے پندرہ سال اسے دیئے، اس کی ایک پروفیشنل کے طور پر تربیت کی۔ مجھ سے مشورہ کئے بغیر وہ کس طرح میری ساری محنت پر پانی پھیبر سکتا ہے۔ مجھے احساس ہو کہ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں تبلیغی جماعت کی شکار اس سوسائٹی کو اس شدید شاک سے نکالنے کے لئے اپنا کردار ادا کروں۔“

شیعہ منصور جنید جشید کے اس روئیے سے اس بڑی طرح مجرور ہوئے کہ انہوں نے فلم ”خدا کے لئے“ کا ایک بہت خوبصورت سکرپٹ لکھا۔ انہوں نے جشید سے کہا کہ وہ اس میں مرکزی کردار ادا کرے۔ وہ پہلے تو راضی ہو گیا کہ وہ اس کردار کے لئے اپنی دارا ہی صاف کروادے گا مگر بعد میں اس نے اپنا ارادہ بدل دیا، جس کی وجہ سے شیعہ منصور کو اندازہ ہوا کہ وہ اتنا دور جاچکا ہے کہ اب اس کا لوٹنا مشکل ہے۔

جنید جشید مولا ناطارق جمیل سے شدید متأثر تھا، جو تبلیغی جماعت کے مشہور لیڈر ہیں۔ یہ جماعت بہت سخت مذہبی اصولوں پر چلنے کی قائل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عورتوں کو حجاب کرنا اور بر قع پہنانا چاہئے۔ اور گھروں کے اندر رہنا چاہئے۔ عورتوں کو ڈرایو کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ جماعت ہر قسم کے فنون لطیفہ کے خلاف ہے: موسیقی، قص، مصوری اور ادا کاری ان کے نزد یک غلط افعال ہیں۔ یہ جانادلپی سے خالی نہیں کہ تبلیغی جماعت والے کس طرح ایک نفسیاتی مسئلہ کو ایک مذہبی مسئلہ بنادیتے ہیں۔ وہ ایک لمحے میں انسان کی روزمرہ زندگی کے ایک عام سے فعل کو ایک گناہ عظیم میں بدل دیتے ہیں، اور پھر لوگوں پر یہ ذہنی دباؤ ڈالتے ہیں کہ تبلیغی جماعت میں شرکت کرو، اور اپنی ابدی زندگی کے بارے میں سوچو۔

ایک سائیکلو تھیراپسٹ اور انسان دوست ہونے کی حیثیت سے میرا یہ خیال ہے کہ دنیاوی معاملات کے بارے میں تبلیغی اور روشن خیال بالکل مختلف نظریہ رکھتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے مطابق زندگی اچھے برے، صحیح غلط، گناہ و ثواب، اور حلال و حرام کے گرد گھومتی ہے، جبکہ روشن خیال مرنے کے بعد ملنے والی جنت کے خواب دیکھنے کی بجائے جدید سائنسی، طبی اور نفسیاتی طریقوں سے زندگی کو آرام دہ اور پر سکون بنانے اور گزارنے کی بات کرتے ہیں۔ وہ اپنے اس خوبصورت سیارے پر پرمسرت اور بامعنی زندگی گزارنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

جب میں نے مولا ناطارق جمیل اور جنید جشید کے بیانات پڑھے اور تقریریں سنیں تو ان کی دو ہری سوچ سے بہت محظوظ ہوا۔ ایک طرف تو وہ جنت میں ملنے والی حوروں کے خوبصورت جسموں کی بات کرتے اور انھیں سراہتے ہیں، اور ان کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں، دوسری طرف اس دنیا میں رہنے والی عورتوں اور اپنی بیویوں کو بحمدی اور بد صورت کہہ کر ان کی توہین کرتے ہیں۔

ان کی حوروں کے خدوخال کی تشریع ”روحانی شہوانیت“ کی ایک دلچسپ مثال ہے۔ ان کے بیانات کسی بھی ایسے مرد کو جنسی طور پر براجیختہ کرنے کو کافی ہیں جو کہ مذہبی معاشرے میں تقریباً جنسی فاقہ کشی کی زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔

کیٹ سٹیونز کا مدد ہب تبدیل کرنا:

جب میں جنید جشید کے بارے میں پڑھ رہا تھا تو مجھے پاپ میوزک کی دنیا کا ایک بڑا نام یاد آیا۔ کیٹ سٹیونز نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا اسلامی نام یوسف اسلام رکھ لیا تھا۔ 1966 میں اسے بُلبی ہو گئی اور بمشکل اس کی جان پُگی۔ وہ بستر مرگ پر 1976 پنے مذہبی روحانات و خیالات کا تجزیہ کرتا رہتا تھا۔ 1976 میں سومنگ کرتے ہوئے وہ ایک ہنور میں پھنس گیا اور ڈو بنے لگا۔ اس عالم بے چارگی میں اس کے منہ سے بے اختیار نکلا،

”اے خدا مجھے بچالے۔ میں اب صرف تیرے لئے زندہ رہوں گا۔“

اسی وقت ایک بڑی لہر آئی جس نے اسے ساحل پر لاٹھا۔ کیٹ سٹیونز کو یقین ہو گیا کہ یہ اک مجذہ تھا۔ انہیں دنوں اس کے بھائی نے یو شلم جاتے ہوئے اسے قرآن مجید دیا، جس ستر جھے کے ساتھ پڑھنے پر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کردار سے اتنا متأثر ہوا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے اپنا نام یوسف اسلام رکھ لیا اور موسیقی کو خیر باد کہتے ہوئے مذہبی فرائض میں مصروف ہو گیا۔ وہ اس حد تک شدت پسند ہو گیا کہ جب ایران کے شاہ خمینی نے سلمان

رشدی پہ فتوی لگا کر اسے واجب القتل قرار دیا تو اس نے غمینی کی حمایت کی۔ البتہ بعد میں اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔

تبیغی جماعتوں کی معروف لوگوں پر خصوصی توجہ:

یورپی ممالک میں بھی بہت سی ایسی جماعتیں ہیں جو کہ معروف مشہور لوگوں پر اپنی خصوصی نظر رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ ایسے ایک شخص کے ان کی جماعت میں آجائے سے ہزاروں نہیں تو سینکڑوں لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔ انہی مذہبی جماعتوں میں ایک کریم جماعت ”چرچ آف سینا لوچی“ بھی ہے۔ 1954ء میں جب رون ہوبڑ نے چرچ جوان کیا تو اس نے اپنے چرچ کی مدد سے ایک ایسا پروگرام تیار کیا جس نے اس کے آس پاس کے مشہور و معروف لوگوں کو اس کے سحر میں مبتلا کر دیا، جس کی وجہ سے دو مشہور ہالی ووڈا یکٹرز (ٹائم کروز اور جان ٹریولٹا) نے چرچ میں شمولیت اختیار کر لی۔ جب ایک ڈاکیومنٹری ”گوئنگ کلیر“ میں چرچ کی اندر ورنی کہانی سے پرداہ اٹھایا گیا تو پہنچ چلا کہ ڈنی مسائل کا شکار جوان ہمیشہ مدد کے خواستگار ہوتے ہیں۔ جب ٹریولٹا نے ہیوبرت کی کتاب ”ڈائیانا سٹک“ پڑھی تو وہ بہت متأثر ہوا، اور اس جماعت کا اہم رکن بن گیا۔ مجھے اس انکشاف پر بہت صدمہ ہوا کہ جماعت کے کارکن وہاں آنے والوں کے بیانات ریکارڈ کر لیتے جو کہ بعد میں انہیں بلیک میل کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں، لہذا ایک بار ”اعتراف جرم“ کے اس عمل سے گزرنے کے بعد کوئی ان کے چنگل سے باہر نہ نکل سکتا۔ لیکن اگر چرچ کو کسی ممبر پر شک ہو جاتا تو وہ ہر ممکن طریقے سے ان سے چھکھارا حاصل کر لیتے، یہاں تک کہ تبیغی جماعت کے لوگ ان کی ذاتی زندگی میں بھی دخل اندازی کرتے۔ مثال کے طور پر ان کی وجہ سے ٹائم کروز کو 2001ء میں اپنی بیوی نکول کلڈ مین کو طلاق دینی پڑی۔ ٹائم کروز کی اس قربانی کی وجہ سے جماعت نے اپنا اثر رسوخ استعمال کرتے ہوئے اسے کئی ایوارڈز اور انعامات سے نوازا۔ اس جماعت کے باقی ممبران کی طرح ٹائم کروز بھی سائیکوپھراپی کے شدید خلاف ہے۔ وہ بھی سمجھتا ہے کہ اس میں جو طریقہ علاج اور دوائیں استعمال کی جاتی ہیں وہ انسان کے لئے بہت خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں۔

تبیغی جماعت کے دنیا نے کرکٹ پر اثرات:

جب میں تبیغی جماعتوں کے نامور لوگوں پر اثرات کی بات کر رہا تھا تو میرے دوست، مشہور پینٹر شاہد رسام نے میری توجہ مشہور پاکستانی کرکٹر سعید انور کی طرف دلائی جو ایک ایسے ہی تجربے سے گزر اور ایک بالکل مختلف انسان بن گیا۔

جب میں نے سعید انور کے حالات زندگی پڑھے تو مجھے اندازہ ہوا کہ 1996ء میں اپنی کزن ڈاکٹرلنی سے شادی کے بعد اسے فیملی دباوے سے گزرنا پڑا جب اس کی بیٹی بسمہ ایک طویل بیماری کے بعد وفات پا گئی۔ اس سانحے نے سعید انور پر شدید ڈنی دباوڈا۔ اور وہ سنجیدگی سے اپنی دنیاوی اور روحانی دنیا کے بارے میں سوچنے لگا، جس کا نتیجہ یہ تکلا کہ اس نے ڈنی داڑھی رکھی اور تبیغی جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔ یہ داستان پڑھتے ہوئے مجھے پتہ چلا کہ مشہور کرکٹر یوسف یوختا، سعید انور سے شدید متأثر ہوا تھا، جس نے بعد میں اسلام قبول کر کے اپنانام محمد یوسف رکھ لیا تھا۔

تبیغی جماعتوں کے دنیا نے بائسنس پر اثرات:

جب میں نے کرکٹر زکی زندگی پر تبیغی جماعت کے اثرات کے بارے میں پڑھا تو مجھے بائسنس کے میدان کا ”کلے“ یاد آگیا جو محمد علی جاہ سے بہت متأثر تھا۔ اس نے پہلی بار 1961ء میں ”نیشن آف اسلام“ کی میٹنگ میں شرکت کی جو بلیک مسلمانوں کی مذہبی جماعت ہے۔ اس نے محمد علی جاہ کی سحرانگیز تقاریر سینیں اور بہت متأثر ہوا۔ پہلے پہل نیشن آف اسلام اسے قبول کرنے سے ہچکا رہی تھی مگر 1964ء میں جو نہیں اس نے بائسنس کی ہیوی ویٹ چیمپن شپ جیتنی

تو انہوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ اب اس کا ان کے ساتھ ہونا ہزاروں لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کرے گا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ محمد علی بن گیا۔ محمد علی کلے بن کر اس نے اعلان کیا کہ اس نے اپنا دروغی کا نام چھوڑ دیا ہے اب وہ ایک آزاد انسان ”محمد علی“ ہے۔ وہ کچھ عرصہ میلکم ایکس سے بھی متاثر رہا۔ جب اسے امریکہ کی طرف سے ویتنام کی جنگ میں حصہ لینے کو کہا گیا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اسلام، جنگ کے خلاف ہے لہذا وہ جنگ میں حصہ نہیں لے سکتا۔ محمد علی تمام زندگی سیاسی طور پر متحرک رہا۔ 1980ء میں اس نے کینیا کا دورہ کیا۔ اور ان کی حکومت کو ماسکو کا باہیکٹ کرنے پر اس نے راضی کر لیا کہ روں نے افغانستان پر حملہ کیا تھا۔ 1998ء کے موسم گرم میں محمد علی کو اٹلانٹا، جارجیا میں اولیکس مشعل جلانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ 9/11 کے حادثے کے بعد اس نے اپنی کئی تقاریر میں اس بات کا تذکرہ کیا کہ اسلام ایک پر امن مذہب ہے۔ 2002ء میں محمد علی نے امن کے نمائندے کے طور پر افغانستان کا دورہ کیا۔ جون 2016ء میں جب اس کی وفات ہوئی تو وہ تمام دنیا میں امن کا علمبردار بن چکا تھا۔ اپنی عمر کے آخری دنوں میں وہ اسلام کی صوفیانہ روایت کے بہت قریب آ گیا تھا۔

مذہب پر روحانیت کے اثرات:

جہاں کچھ مشہور لوگ مذہبی بنیاد پرست جماعتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، وہیں کچھ لوگ روحانیت کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں۔ انہی میں سے ایک شاعر جلال الدین رومی بھی تھے۔ آزاد منش صوفی شمس تبریز سے ملاقات ہونے سے پہلے وہ ایک عام مولوی تھے۔ شمس اور رومی کی ملاقات نے رومی پر اتنے گہرے اثرات چھوڑے کہ رومی نے ہزاروں اشعار لکھے جو کہ صوفی ازم کا انمول خزانہ ہیں۔

اک شعر میں رومی اپنی اور شمس کی ملاقات کی اہمیت اس طرح بیان کرتے ہیں۔

مولوی ہر گز نشد مولاۓ روم
تاغلام شمس تبریز نشد

رومی اور تبریز کی ملاقات صرف 40 دن رہی، مگر رومی پر اس کے اثرات تمام عمر رہے۔ شمس ایک روز خاموشی سے رخصت ہو گئے اور تا عمر واپس نہ لوٹے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ شمس کو رومی کے بیٹے نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر قتل کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ ان کی رومی کے ساتھ گہری دوستی پر بہت زیادہ حسد کا شکار ہو گئے تھے۔

مذہبی گفتگو روحانیت پر مبنی ہو یا بنیاد پرستی پر، بہت سحر انگیز ہوتی ہے۔ جو کسی کی بھی ذہنی توڑ پھوڑ یا ذہنی نجات کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ تاہم عام لوگوں کی نسبت مشہور و معروف لوگوں پر تبلیغ کے شدید اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے اندر زیادہ توڑ پھوڑ کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسے میں جب ان کی ملاقات کسی سحر انگیز مذہبی شخصیت سے ہو جاتی ہے تو وہ اس کی ذات میں پناہ ڈھونڈ لیتے ہیں، جو ان کے اندر ورنی احساس گناہ کو ختم کر کے انہیں مذہبی مبلغ بنادیتے ہیں، اور وہ مذہب کی چھتری تلے پناہ لے کر خود کو محفوظ سمجھنے لگتے ہیں۔